”مسجد اقصیٰ، یہود اور امت مسلمہ“

ناقدین کی آرا

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

O محنت قابل داد ہے، ماشاء اللہ تعالیٰ۔ اللهم زد فزد۔ چشم بددور

O زبان بعض مقامات پر تلخ اور مناظرانہ رنگ اختیار کر گئی ہے۔ اس حوالے سے پورے مقالہ پر نظر ثانی ضروری ہے۔

O ملل واقوام کے باہمی معاملات صرف اصولی اور نظری حوالے سے نہیں طے پاتے بلکہ تاریخی تعامل اور معروضی حقائق کا بھی ان میں خاصا دخل ہوتا ہے۔ دونوں کو سامنے رکھ کر موقف طے کرنا چاہیے۔

O مندرجہ ذیل امور کا از سر نو جائزہ لینا ضروری ہے:

۱۔ مدینہ منورہ اور خیبر میں یہود کی بستیوں پر قبضہ اور انہیں جلاوطن کرنے کے بعد ان کی تمام عبادت گاہیں ختم ہو گئی ہیں اور ان کی جگہ مسلمانوں کے مکانات اور عبادت گاہیں تعمیر ہوئی ہیں۔ اسی طرح نجران سے عیسائیوں کی جلاوطنی کے بعد ان کی عبادت گاہیں بھی باقی نہیں رہیں۔ پھر اندلس پر مسلمانوں کا قبضہ ختم ہو جانے کے بعد ان کی ہزاروں عبادت گاہوں کی ہیئت بلکہ ملکیت تبدیل ہوگئی ہے۔ اس کے بعد بھارت میں ہزاروں مساجد ہندوؤں اور سکھوں نے قبضہ کر کے اپنے مکانات اور عبادت گاہوں میں انہیں تبدیل کر لیا ہے اور پاکستان میں ہندوؤں اور سکھوں کے سینکڑوں مندر مسلمانوں کے مکانات اور عبادت گاہوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ اگر اس مضمون میں اختیار کیے گئے موقف کو بطور اصول تسلیم کر لیا جائے کہ ہیئت کی تبدیلی اور قبضہ وملک کی تحویل کے بعد بھی اور عرصہ دراز گزر جانے کے باوجود سابقہ انتظام وتولیت کا حق قائم رہتا ہے تو مذکورہ بالا تمام مساجد اور عبادت گاہوں کے لیے یہی موقف اختیار کرنا پڑے گا اور یہ دنیا کے کسی بھی قانونی نظام میں قابل قبول بات نہیں ہوگی۔

۲۔ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی جو عبادت گاہیں موجود ہیں یا جن کی ہیئت تبدیل نہیں ہوئی، ان کے بارے میں مضمون میں مذکور فقہی جزئیات واحکام بالکل درست ہیں لیکن جن عبادت گاہوں کی ہیئت اور قبضہ وملک دونوں عملاً تبدیل ہو چکے ہیں، ان پر میرے خیال میں مذکورہ فقہی احکام کا اطلاق درست نہیں ہے اور اس صورت کے بارے میں فقہی ابواب وجزئیات کا دوبارہ مطالعہ ضروری ہے۔ آج کے قانون میں بھی ایسے معاملات میں قبضہ وملک کے تسلسل کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔

۳۔کوئی بھی فیصلہ کرنے یا موقف اختیار کرنے سے قبل اس سے پیدا ہونے والے پبلک تاثرات کا جائزہ لینا اور ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے بیت اللہ کی تعمیر کو ابراہیمی بنیادوں پر واپس لے جانے کی خواہش کے باوجود اس سے عملاً گریز کیا تھا اور قرآن کریم میں مدینہ منورہ کے منافقین کو صراحتاً کافر اور سازشی قرار دیے جانے کے باوجود ان کے خلاف قتال نہیں کیا تھا۔ ان دونوں فیصلوں کی وجہ خود جناب نبی اکرم ﷺ نے ''منفی پبلک تاثر'' بتائی ہے۔

۴۔ظالم ومظلوم کی کشمکش میں اگر مظلوم کی طرف سے ردعمل کے طور پر اپنے دفاع میں کوئی ناروا بات بھی سامنے آ جائے تو قرآن کریم نے اسے برداشت کرنے کی تلقین کی ہے، جیسا کہ چھٹے پارے کی پہلی آیت میں اس کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔

(ابوعمار زاہد الراشدی)

(۲)

بسم اللہ

لندن۔۲۴ جون ۲۰۰۳ء

مکرمی ومحترمی مولانا راشدی صاحب زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

الشریعہ کے دو شمارے اور عزیزم عمار صاحب کا مضمون پرسوں ملا۔ الشریعہ میں اپنے خطوط تو پھر سامنے آ گئے مگر جواب اب بھی نہ ملا۔ مضمون کے بارے میں فرمائش پڑھ کر پہلا سوال ذہن میں یہ آیا کہ اس بار ''امانت'' کے لیے میرا انتخاب عمار صاحب نے کیوں کر کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ جواب فوراً نہیں پا سکتا تھا۔ پس تعمیل ارشاد میں مضمون اٹھایا۔ سرخی پر نظر پڑھی تو بڑی پریشانی ہوئی کہ پوری کتاب کی کتاب مضمون اور وہی ''بیت المقدس، یہود اور مسلمان'' کا پامال موضوع۔ یا اللہ! اس کو کیسے پڑھوں؟ مگر چند ہی سطروں کے بعد دماغ سے یہ بوجھ ہٹا۔ شکر ہے، عنوان پائمال سہی،